شیخ رحمکار المعروف حضرت کاکا صاحبؒ کی علمی خدمات

سید مبشر حسین شاہ*

Abstract

It is generally believed that Sufis of the subcontinent played an unforgettable role in the purification of human minds and hearts of the society.

The great Sufi of NWFP (now Khyber Pakhtunkhwah) Shaikh Syed Kasteer Gul alias Hazrat Kaka Sahib popularly known as Rehmkar (merciful) was the legend of the time. His role for education of the people of Muslim community is highly appreciated in every nook and corner of the country even today. Within the fold of Shariat, he wanted to see his people advancing in the field of education. Hazrat Kaka Sahib (R.A) had a great knowledge about Tassawaf and Shariat. He knew if the people did not get knowledge of Tassawaf and Shariat, they would face difficulties in spiritual life. In this connection, for the sake of education. He opened seven madrassas where students used to come and get education in different disciplines. The present paper will present a comprehensive sketch of the spiritual life and career of Kaka Sahib in general and his services for uplifting the Muslim community through Islamic education in particular.

---

* ایم فل طالب علم، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحبؒ تقریباً پچیس سال تک علوم ظاہری کی تحصیل وتکمیل میں مصروف رہے تھے۔ تفسیرحدیث، فقہ اور اصول فقہ و حدیث کی اٹھارہ کتابیں عموماًہر وقت آپ کے زیر مطالعہ رہاکرتی تھیں۔ تفسیر بحرالمعانی کا کثرت سے مطالعہ کرتے تھے۔ ان کتابوں کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ اس فقیر کا ظاہری علم ہے''۔ نیز فرماتے تھے کہ یہ کتابیں میرے لئے چراغ راہ ہیں ان کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کررہا ہوں اور وہی کرتا ہوں جو کچھ اس میں کرنے کے لئے کہا گیا ہے اور جن باتوں کی ممانعت کی گئی ہے ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' ۱

علومِ رسمیہ و شرعیہ میں بھی آپ آفتابِ عِلم تھے۔ تقریباً پچیس سال تک آپ تحصیلِ علم میں مصروف رہ کر علم و فضل کا درخشاں آفتاب بنے۔ علومِ قرآنیہ سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا۔ *مقامات قطبیہ* میں ہے کہ:

حضرت شیخ نادر دقائق و اسرار معانی قرآنِ سرّے و درکہ عظیم داشت۔

ترجمہ: ہمارے شیخ قرآن مجید کے معانی کی باریکیوں اور قرآن مجید کے اسرار کے سمجھنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ۲

کبھی فرماتے کہ:

مرا ایں چراغ ہا است، بہ روشنی
اینہا می روم و می کنم و می
دارم، آنچہ دروے ھست و اجتناب
ورزم آن کہ درآں ممنوع است

ترجمہ: میرے لئے یہ کتابیں چراغ ہیں۔ میں ان کی روشنی میں چل رہا ہوں اور اس پر عمل کرتا ہوں جس پر ان میں عمل کرنے کا حکم دیا گیاہے اور ان سے اجتناب کرتا ہوں جن سے ان میں روکا گیا ہے۔ ۳

علم اور اہلِ علم کو مطلقاً ترجیح ہے۔ جبکہ علم کی ہزاروں اقسام واقعاتی دنیا میں پائی گئیں البتہ احاطہ تحریر میں ان کی کئی درجن اقسام ہیں ان کی تقسیم کی جائے تو اجمالاً دوقسم کے علوم ہیں علوم دینیہ اور علوم عصریہ جب ان میں تقابل ہو تو فضائل میں ترجیح علوم دینیہ

کو دیتے ہیں پھر ان میں منقولات یعنی قرآن مجید، حدیثِ رسول اور فقہ کہ جن پر عمل نجات دہندہ ہے قیامت میں ۔۔۔ ان علوم نقلیہ میں پھر دواقسام، عبادات اور معاملات جبکہ عبادات میں سب زیادہ اہمیت نماز کو۔ [۴]

شیخ رحمکار کاکا صاحب قرآن مجید کے علوم اور علم معانی کے اسرار اور رموز پر مکمل دسترس رکھتے تھے قرآن کریم ایک ناپید کنارا اتھاہ سمندر ہے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ شَدُّ وْلِسَفِینَۃَ فَاِنّ البَحرَعَمِیق ترجمہ: کشتی کی مضبوطی کا بندوبست کرو کیونکہ سمندر بہت گہرا ہے۔ ہمارے شیخ صاحبؒ قرآن کے معانی اور رموز کے سمندر کے غوطہ خور تھے۔ بعض اصحاب اور وہ حضرت صاحب خود فرماتے ہیں کہ میرا دل تو معارف قرآنی سے واقف و آشنا تھے مگر میری زبان جاری نہیں ہوتی اور اس کی عبادت کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

بدریا ئے د ر افتاد م کہ پایا نش نمے بینم
بدر دے مبتلا گشتم کہ درمانش نمے بینم
دریں دریا یکے دراست و من مشتاق آں بودم
ولیکن کو کہ مے جوید کہ فرمائش نمے بینم

ترجمہ: میں ایک ایسے دریا میں گرا پڑا کہ اُس کی تہہ نہیں دیکھ سکتا اور ایسی بیماری میں مبتلا ہوگیا جس کا کوئی علاج معلوم نہیں۔ دریا میں ایک موتی ہے اور میں اُس کے پانے کا مشتاق ہوں لیکن اُس کے ڈھونڈنے کا حکم نہیں دیا اس لئے نہیں ڈھونڈ سکتا۔ [۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یضِـلُّ بہٖ کثیراًوَیھدیٰ بہٖ کثیرًا (سورۃ بقرۃ آیت ۲۶) ترجمہ: گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اِس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اِس سے بہتیروں کو۔

یہ آیت کلام اللہ کی طرف اشارہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی کی جانب بھی مشیر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ قرآن تجھ پر نازل ہوا ہے اگر یہ پتھروں پر بھی نازل ہوتا تو قسم ہے کہ وہ پگھل کر اللہ تعالیٰ کے خوف سے پانی ہوجاتے۔ [۶]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لوانزلنا ھٰذا لقرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشِعًامتصدعًا من خشیۃِ اللّٰہ (الحشر آیت۲۱)۔ ترجمہ: اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تُو دیکھتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے۔ [۷]

اے میرے پیارے جب قرآن کریم اپنے حُسن و جمال سے غیرت کی نقاب ہٹاتا ہے اور عظمت کا حجاب اپنے مُعانی سے اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے جدائی کے بیمار فنا ہوجاتے ہیں اور تمام مصائب سے نجات پاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ۔ القرانُ هُوَدَهُ، یعنی اپنے طالب کو قتل کرتا ہے تا کہ وہ اپنے مطلوب تک پہنچ جائے۔ پس اے بھائی اللہ نے قرآن کریم کو اس دنیا میں ارسال فرمایا ہے اور حروف کے لباس میں اور پھر ہر حروف کے اندر لاکھوں حسین و جمیل جان ربا اشارے پوشیدہ کر رکھے ہیں۔

حضرت کاکا صاحب حفظِ قرآن حکیم درساً حاصل کرچکے تھے۔ ابتدائی دور میں دو ہی مشاغل میں وقت گزارا تھا یعنی ریاضتیں اور عبادات۔ ایام طفلی میں ہی قرآن حکیم سیکھا، پڑھا اور غور و خوض کیا۔ ساری زندگی قرآنی تعلیمات کو خود سمجھنے میں، تفکرو تدبر میں، اسی پر عمل کرنے میں اور دوسروں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین و جدوجہد میں گزاری۔ آپ کی ولادت سے پہلے والد بزرگوار حضرت قطب عالم، شیخ بہادرؒ نے آپ کی بزرگی اور آپ کی علم و آگہی میں درجہ کمال تک رسائی کا حال ان الفاظ میں بیان فرمادیا تھا۔۸

''مرا یک درجہ ہست یعنی علمِ باطن، و اُورا دو درجہ ہست، یعنی علمِ ظاہر و علمِ باطن''

آپ نے اپنی عمرِ عزیز کے نہایت اہم پچیس چھبیس سال قرآن مجیدفرقان حمید اور احادیثِ مقدسہ علوم فقہ و کلام کو پڑھنے، سمجھنے، سیکھنے اور اپنی زندگی کے روز و شب کو انہی علوم کی روشنی میں سدھارنے سنبھالنے نبھانے اور گزارنے میں صرف کئے۔ حضرت شیخ رحمکارؒ فرماتے تھے:

تا اختیارِ خود بدست فرقان نہ دادم کا رم میسر نہ شد اگرچہ دست بہ وے می کردم و اندام ہا ئے خود ظاہر و باطن (تابع) فرمان فرقان کردہ بود(م)

> ترجمہ: جب تک اپنا اختیار، فرقان حمید کے سپرد نہ کردیا تھا، میر ا کام نہ بنا، اگرچہ میں نے اپنے ہاتھ قرآن حکیم ہی کے اوپر رکھے ہوئے تھے اور میں نے تما م اندامہائے بدن کو فرقان ہی کے تابع فرمان کردیا تھا۔ ۹

حضرت شیخ رحمکار کا عام معمول یہ تھا کہ خواہ خواص کے سامنے وعظ یا عوام کے سامنے، سورۃ فاتحہ سے اپنے وعظ کی ابتداء فرماتے۔ اکثر آیت وَ مَآخَلَقْتُ الجِنَّ والاِنسَ الا

لِیَعبُدُونِ پڑھ کر تقریر فرماتے تھے۔ معمول تھا کہ جمعہ اور پنجشنبہ (جمعرات) کے روز اشراق سے ضُحیٰ (دن چڑھے دس بجے تک کا وقت) تک خاص اہلِ علم کے لئے خاص وعظ ہوتا تھا۔ اس دوران عام آدمی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے کبھی خواص کو ساتھ لے کر پہاڑ کی بلندی پر علیحدہ ارشاد فرماتے۔ کبھی مکان ہی پر علیحدہ ہو کر وعظ فرماتے۔ کسی ایسے شخص کو جو اسرارِ علمی اور رموز تصوّف کے لحاظ سے نامحرم ہوتا اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ اور اگر کوئی ''نامحرم'' شخص اِصرار کر کے یا کسی اور ذریعہ سے ضرور شامل ہوجاتا تو اگرچہ وہ ظاہری لحاظ سے اہلِ علم اور اہلِ دانش میں سے ہوتا لیکن اس مجلس میں ذکرِالٰہی اور آپ کی کرامت سے وہ تمام دانشمندی اور مادۂفہم ختم ہوجاتا۔ وہ اشارات و رموز کو کچھ نہ سمجھتا خود گھبرا کر اور اُکتا کر وہاں مجلس سے روانہ ہوجاتا۔ پچاس سال تک آپ نے قریباً یہی معمول رکھا۔ پنجشنبہ کے روز تصوف سلوک کے باریک مسائل تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس کے اہل لوگوں کو سمجھانا اور مشکلات حل کردیا کرتے تھے۔ میاں محمد بخشؒ کے شعر کے مطابق:

خاصاں دی گل عاماں آگے نہیں مناسب کرنی
جیوں مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں آگے دھرنی[۱۰]

تصوف

شہرہ آفاق تصنیف *الغزالی* کے مصنف حضرت جنیدؒ کے ممتاز شاگرد ابوبکر ابن حجدر الشبلیؒ ہیں۔آپ لکھتے ہیں کہ لفظ ''تسوف''اور اس کا مادہ ''سوف''ہے۔ ''سوف'' کے معنی حکمت ہے۔ دوسری صدی ھجری میں جب یونانی کتابوں کا فارسی اور عربی میں ترجمہ ہونے کا رجحان بڑھا تو عربی نے اسے ''تصوف'' بنادیا۔ یہی وہ ایام تھے جب حضورؐ کے بعد امت مسلمہ انتشار کا شکار ہونا شروع ہوئی جسے بچانے کیلئے بعض بہی خواہوں کو فکر ہوئی۔ ان چیدہ لوگوں کے عمل کا محرک شریعت محمدی، سنت نبوی اور قرآن حکیم تھا۔ اور ان کے قول و عمل دونوں مجسمہ حکمت تھے۔ ان کا لباس اور رہن سہن بہت ہی سادہ اور باقی لوگوں سے منفرد اور مختلف تھا۔ اس لئے لوگوں نے انھیں ''صوفی'' اور ان کے عمل و عبادات، تعلیم

اور دیگر سرگرمیوں کو ''تصوف'' کا نام دیا۔ ۱۱

''تصوف'' لفظ ''صوف'' سے نکلا ہے اور اس صوف کا تعلق اُون سے بُنے کپڑے سے ہے جو کہ کالے رنگ کا تھا اور دنیا داری سے بیزار اہل اللہ کا ایک گروہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں پہنتا تھا۔ جن کا ذکر شیخ ابو نصر سراج نے اپنی تصنیف میں کیا ہے۔ کتاب کی رو سے صوفیا کو ان کے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے۔ یہ لوگ اُون کا لباس اس لئے پہنتے تھے کہ اکثر انبیاء، اولیائے کرام ممتاز دینی ہستیوں کا اونی لباس پہننا، اُن کی پہچان تھی اور انہیں پشمینہ پوش کہتے تھے۔ دیوان حافظ شیرازی میں لکھا ہے کہ:

سر مست در قبائے زار افشان چو بگزری
یک بوسہ نذرِ حافظ پشمینہ پوش کن ۱۲

سلوک

راہ طریقت وہ سفر جس کا آغاز کوئی صوفی کسی طریقے میں داخل ہونے پر اپنے شیخ، پیر و مرشد، کی ہدایت پر کرتا ہے۔ اس کی انتہا اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی استعداد کے مطابق بلند ترین درجہ حاصل کرلیتاہے۔ بعض صوفیائے کرام کے نزدیک سلوک سے مراد وہ تعلق بااللہ کی جستجو ہے جو عمداًاختیار کی جاتی ہے اور جسے باقاعدہ جاری رکھا جاتا ہے۔ سالک کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ذکر، توکل، فقر، عشق اور معرفت وغیرہ جیسے تمام مقامات سے گزرے۔ ان میں کمال پیدا کرے۔ یہ تمام کمالات ذات الٰہی سے واصل ہونے سے پہلے ہی مکمل کر لینے چاہیے۔ بہت سے علماء سلوک کو جذب کی ضد خیال کرتے ہیں۔ ۱۳

حضرت کاکا صاحبؒ کے فرزند حضرت حلیم گل بابا فرماتے ہیں:

''میں سفر سے آیا تو یہ آرزو تھی کہ اگر حضرت شیخ جی صاحب کچھ وعظ ارشاد فرمائیں تو مجھے علمی فائدہ ہوجائے گا۔ چنانچہ ایک دن خود حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا: بیٹا عبدالحلیم! اُٹھ اور کچھ وعظ کہو۔ میں حسب ارشاد اٹھا اور اپنے خیال کے مطابق ایک زوردار

تقریر کی۔ لیکن حاضرین ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ حالت دیکھ کر میں دل گرفتہ ہوا۔ اور وعظ ختم کرکے منبر سے اُتر آیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ جی صاحب منبر پر تشریف لائے۔ آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا: ''اے نادانو! ایک خاص لہجے سے اس لفظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ سب لوگ لوٹ پوٹ ہوگئے اور دھاڑیں مارمار کر رونے لگے، گریباں آنسوؤں سے تر ہونے لگے، اور آہ و فغان کا شور بلند ہونے لگا۔ بہت سے لوگوں پر وجد کی سی کیفیت طاری ہونے لگی اور کافی دیر تک یہ اثر باقی رہا۔''۱۴

''اس کے بعد اگلے ہفتے پھر وعظ فرمایا۔ حمد و ثنا کے بعد فرمانے لگے: ''میرے دوستو! میرے بچپن کا واقعہ ہے کہ میری والدہ مشفقہ نے طاقچہ میں ایک برتن میں دہی رکھا تھا۔ ایک بلّی آئی، اور اُس نے وہ برتن طاقچہ سے نیچے گرایا دیا۔'' معلوم نہیں اس سے آگے آپ کیا کہنا چاہتے تھے، اور یہ بات کس مقصد کی تمہید تھی، کیونکہ وعظ کے ساتھ ان باتوں کی کوئی مناسبت نہ تھی مگر لوگ ان الفاظ کو سنتے ہی حسب معمول بہت متاثر ہوئے۔۱۵

رات کو میں نے عرض کیا: یا حضرت! کیا وجہ ہے کہ گزشتہ ہفتے میں نے زور دار الفاظ میں وعظ کیا اور اس قدر علمی نکات بیان کئے کہ شاید ہی کوئی اور بیان کرسکے لیکن سامعین پر ذرہ بھر بھی اثر نہ ہو اور حضرت نے دونوں دفعہ چند ہی الفاظ ارشاد فرمائے تھے کہ حاضرین کی حالت ہی کچھ اور ہوگئی۔۱۶

فرمانے لگے: ''اے فرزند! تو ہرچہ گفتی و گوئی سخنانِ خود گوئی، و بزبانِ خود مے گوئی۔ و فقیر بزبان غیر گوید۔'' یعنی ''اے میرے بیٹے! تم نے جو کچھ کہا یا کہتے ہو، اپنی زبان سے کہتے ہو اور یہ فقیر(میں)کسی اور کی زبان سے کہتا ہے۔'' ۱۷

لفظ فقیر کی سیاق و سباق

عربی زبان کا یہ لفظ ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو ضرورت مند یا حاجت مند ہوں۔ چاہے دنیاوی ضروریات کے نقطہ نظر سے یا روحانی نقطہ نظر سے۔ فقیر اور مسکین میں

یہ فرق ہے کہ فقیر تو صرف محتاج ہوتا ہے اور مسکین تباہ حال۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو غنی اور اس کے مقابلے میں انسان کو فقیر یعنی حاجت مند کہا ہے۔(سورۃ فاطر آیت 15)۔ فقیر کو فارسی میں درویش کہتے ہیں۔ فقیر اور درویش، دونوں الفاظ اردو میں عام مستعمل ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں مانگنے والوں اور سائل کے لئے یہ لفظ مستعمل ہونے سے اس کا اصل مفہوم بدل گیا ہے۔ حالانکہ جس انداز میں یہ لفظ سورۃ فاطر میں اللہ نے استعمال کیا ہے کہ انسان تو اللہ سے مانگنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں۔ نوع انسان بہر صورت فقیر ہے چاہے وہ اللہ سے مانگے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور دوسروں سے کچھ طلب نہیں کرتے، ان کو متوکل کہتے ہیں۔ ۱۸

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: الفقر فخری۔ (فقر میرے لئے باعث فخر ہے)

فقر کی اصطلاح اہل تصوف میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ شیخ ہجویریؒ نے اپنی کتاب *کشف المحجوب* میں فقر کی تعریف اور اہل فقر کی صفات بیان کی ہیں۔ چنانچہ تصوف کی اصطلاح میں فقر وہ ہوتا ہے جو متاعِ دنیا سے بالکل بے نیاز ہو۔ اس کے پاس خواہ سرے سے کچھ نہ ہو یا اس کے پاس دنیا کے سارے اسباب موجود ہوں، دونوں میں سے کسی حالت میں اس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے۔ نہ کسی چیز کے نہ ہونے سے اسے کوئی پریشانی لاحق ہو اور نہ سارے اسباب موجود ہونے سے وہ اپنے آپ کو غنی اور دولت مند محسوس کرے۔ گویا دنیا کی کسی متاع کا ہونا اور نہ ہونا اس کے نزدیک یکساں ہو، بلکہ تنگ دستی اور افلاس کی صورت میں وہ زیادہ خوش ہو۔ کیونکہ فقیر جس قدر تنگ دست ہو ٹھیک رہتا ہے کیونکہ اس صورت میں اس پر حال کا انکشاف زیادہ ہوگا اور اس پر غفلت کم طاری ہوگی۔ ۱۹

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے ''جسے اللہ عزوجل کے سوا کسی اور سے چین نہ آئے۔'' اسی طرح نبی کریمؐ نے فقراء کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ روز قیامت حکم دے گا: میرے دوستوں کو میرے پاس لاؤ۔ فرشتے سوال کریں گے کہ آپ کے دوست کون ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فقراء اور مساکین۔ ۲۰

قلندریہ

درویشوں کا ایک فرقہ، جو ایک جگہ قیام نہیں کرتا۔ یہ لوگ بے گھر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی شریعت یا طریقت کے اصولوں کی پیروی نہیں کرتے۔ المقریزی، سعدی اور جامی نے ان کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ایک عرب یوسف جورسی نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی۔ اس فرقہ کے اکابر میں شیخ جمال الدین ساوی (جو کہ ۶۱۰ھ /۱۳۲۲ء) کا ذکر آتا ہے۔ ان دونوں کا انتقال دمشق میں ہوا۔ انہوں نے ملک العادل کے زمانہ میں قاہرہ کے قریب ایک قلندری خانقاہ قائم کی۔ مصر میں انھیں بہت اثر و رسوخ حاصل ہوا۔ مصری موسیقی انہی لوگوں کی مرتب کردہ ہے اور اس میں ایک قلندری راگ بھی ہے۔ یہ لوگ دنیا کو فانی سمجھتے ہوئے لذات دنیاوی سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ داڑھی اور مونچھوں کے علاوہ بھویں اور پلکیں صاف کراتے ہیں۔ لباس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔۲۱

مولانا رومیؒ نے فرمایا تھا کہ ''حق تعالیٰ نے اپنا عشق ہماری جان میں رکھا اور ہمیں دنیا میں بھیج دیا۔ اور ہمیں ہمارا وجود خود اپنی محبت کی شرط پر بخشا۔'' مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے اندر خمیر میں ہی اس نے اپنے عشق کی چنگاری رکھ دی ہے۔ یہ حدیث شریف ''جب کوئی بندہ ہمیں یاد کرتا ہے، تو ہم بھی اسے یاد کرتے ہیں۔'' مولانارومؒ کی ایک مثنوی بھی اسی موضوع پر ہے کہ

چو بگریم، خلقہا گریاں شود
چو بنالیم خلقہا نا لان شود

ترجمہ:جب میں روتا ہوں تو ایک مخلوق میرے ساتھ شریک گریہ ہوتی ہے اور جب میں آہ و بکا کرتا ہوں، توایک مخلوق میرے ساتھ شریک آہ و فغاں ہوتی ہے۔۲۲

سلسلہ قادریہ

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت محی الدین ابو محمد عبدالقادر گیلانیؒ ہیں۔ آپؒ کی ولادت ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ فِقر میں آپؒ حنبلی مسلک کے پَیرو کار تھے۔ حضرت غوث الاعظمؒ کا زمانہ تعلیم آٹھ سال (۴۸۸ھ تا ۴۹۶ھ) ہے۔ آپ کے اساتذہ حنبلی اور شافعی مسلک کے

تھے۔ آپؒ نے طالب علمی کا دور بہت ہی دشواریوں اور مصیبتوں کے ساتھ گزارا اور ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں۔۲۳

غوث الاعظمؒ جامعہ بغداد کے متولی اور استاد بھی مقرر ہوئے۔ سلسلہ قادریہ نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی حیات میں اور بعد میں بہت فروغ حاصل کیا۔ عالمِ اسلام میں آپؒ کی ذاتِ گرامی عقیدت و احترام کے قابل اور لوگوں کی محبت کا مرکز رہی ہے۔ آپؒ کی تمام عمر، عبادت اور ریاضت میں گزری۔ بہت سی کرامات آپ سے منسوب ہیں اور بے شمار انسانوں نے آپؒ سے فیض حاصل کیا۔ شہر بغداد کے مضافات میں آپؒ کے لئے ایک خانقاہ بھی تعمیر کی گئی، لیکن آپؒ اپنی معاش، محنت کرکے حاصل فرماتے تھے۔ آپؒ کا سال وفات ۵۶۱ھ ہے۔۲۴

جمعہ کی نماز کا وقت داخل ہوتے ہی اوّل وقت میں جلدی سے نماز ادا کیا کرتے تھے اور چھوٹے دنوں میں تو خاص طور پر عُجلت سے کام لیتے تھے۔ جمعہ کے روز قیلولہ (دوپہر کا آرام) نہ کرتے۔ تمام لوگ پہلے سے تیاری کئے ہوئے حاضر ہوتے۔ وقت داخل ہوتے ہی اذان ہوجاتی اور تھوڑی دیر بعد نماز ادا فرماتے۔ اس کے بعد سلیس و آسان زبان میں عام لوگوں کے فہم کے مطابق وعظ فرماتے۔ جوکبھی عصر کی نماز تک کبھی اس سے ذرا پہلے تک جاری رہتا تھا۔ اس وعظ میں عام طور سے لوگوں کی سمجھ کے مطابق نیکی اور بھلائی کی ترغیب ہوتی اور آپ پوری تفصیل و توضیح کے ساتھ دینی مسائل بیان فرماتے اور عوام کو سمجھاتے۔۲۵

جمعہ کی فضیلت کے بارے میں کثرت سے احادیث مروی ہیں۔ آنحضورﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: ''سب سے افضل دن جس پر سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ اسی دن وہ جنت سے اتارے گئے۔ اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اور اسی دن قیامت آئے گی اور اسی دن میں ایک وقت ایسا ہے جسے بندہ مومن پالے تو وہ اللہ سے جو دعا مانگے گا قبول ہوگی۔ (مسلم) ۲۶

آپ کے مواعظ ہمیشہ پشتو زبان میں ہوتے تھے، لیکن اگر کوئی دوسری زبان کا شخص

آپ کی خدمت حاضر ہوتا اور آپ سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ اسی کی زبان میں اس کو جواب دیتے اور اس سے اس طرح گفتگو فرماتے گویا اس زبان کے اہلِ زبان میں ہیں۔ ۲۷

مجمع البرکات کے مصنف نے آپ کے مختلف زبانوں کی مہارت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا کہ:

در دنیا زبانے نبود کی بایشان نیامدہ و حضرت بہ ھمہ مطلع بود، بہ ھر زبان سخنان فرمودہ تو گوئی کہ خاصہ از اھلِ ایں زبام است۔

ترجمہ: دنیا میں کوئی زبان ایسی نہ تھی کہ آپ کو نہ آتی ہو، حضرت تما م زبانوں سے واقف تھے اور ہر زبان میں اس طرح باتیں کرتے تھے کہ تم سمجھوگے کہ گویا آپ خاص اس زبان کے اہل زبان میں ہیں۔ ۲۸

حضرت شیخ رحمکار قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ خواص کے سامنے یا عوام کے سامنے وعظ فرماتے تو سورۃ فاتحہ سے وعظ کی ابتداء کرتے اور اکثر آیت ''**وما خلقت الجن و الا نس الا لیعبدون ط**'' پڑھ کر اس پر تقریر فرماتے تھے۔ تقریباً پچاس سال تک (قیام میلہ کے عرصہ میں) یہی معمول رکھا۔

بروز پنج شنبہ۔ (اشراق سے زوال تک) سلوک و معرفت کا درس۔

بروز جمعہ۔ (اشراق سے ضحیٰ تک) سلوک ومعرفت کا درس۔

بروز جمعہ۔ اول وقت میں نماز جمعہ کی ادائیگی۔

بروز جمعہ۔ عوام کے لئے وعظ و نصیحت (پشتو زبان میں) ۲۹

اس وعظ پند و مواعظ میں (جو عصر تک جاری رہتا) عام طور سے عوامی سطح کے مطابق لوگوں کیلئے نیکی کرنے اور دوسروں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی ترغیب ہوتی اور آپ پوری تفصیل و تشریح کیساتھ مسائل دینیہ بیان فرماتے۔ ۳۰

مجمع البرکات کے مصنف سے روایت ہے کہ زود نویس کاتبوں نے آپ کے ملفوظات اور عوام وخواص کے سامنے پند و نصیحت کی باتوں کو بالالتزام لکھ کر محفوظ کیا اور اس طرح تین کتابیں مرتب ہوگئیں تھیں جس میں جمعہ کے روز کا وعظ فارسی زبان میں مرتب ہوا اور

پنج شنبہ کے روز کے خاص مواعظ تصوف و سلوک کی دقیق باتیں اور رموز ومعارف عربی زبان میں ''مفتاح السلوک" کے نام سے مرتب کئے گئے اور پنج شنبہ و جمعہ کے خاص حقائق ''کشف الحقائق'' کے نام سے عربی زبان میں لکھے گئے تھے اسی طرح آپ نے '' وما خلقت الجن والا نس'' کی تشریح و تفسیر میں عام وعظ کئے ان عام وعظوں کو ''نصیحت نامہ" کے نام سے فارسی زبان میں مرتب کیا گیا تھا اور خواص کے سامنے اس آیتِ مبارکہ کی جو تشریح وتفسیر ہوئی اس کو عربی میں ''قواعد العارفین'' کے نام سے جمع کیا گیا تھا۔ فارسی کی یہ کتابیں ہند اور خراسان میں اہل طبقہ کے اندر مشہور و متداول ہیں لیکن عربی کتابیں چونکہ عبارات و معانی دونوں لحاظ سے کافی مشکل اور دقیق ہیں اس لئے ان کا زیادہ ترویج عام طور پر نہیں ہوا۔[۳۱]

یہ کتابیں ہماری بدقسمتی اور شاید نااہلی کی وجہ سے یا غفلت و لاپرواہی کی وجہ سے اب موجود نہیں اور دست برد زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہوگئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ رحیم و کریم ذات، جو کچھ اور جتنا کچھ حضرت شیخ رحمکار قدس سرہٗ کے نام، ان کی ذات اور تعلیمات کے حوالہ سے اب تک محفوظ رہا اس کو تاقیامت کفر و شرک، بدعات و سیاتِ کی آلودگیوں سے محفوظ و مامون رکھے۔[۳۲]

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ایک محقق کو غیر متعصب اور غیر جانب دار ہونا چاہیے۔ تحقیق کے دوران جو حقیقت سامنے آے، محقق اسے ضرور ظاہر کرے خواہ وہ اپنے مذہب قوم زبان فرقے اور ادبی گروہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔[۳۳]

لفظ تفسیر کی سیاق و سباق

تفسیر کے معنی کھولنا، بیان کرنا، کسی تحریر وقول کے مطالب کو سامعین کے ذہن کے قریب لانا ہے۔ اصطلاح میں اس سے مراد قرآن مجید کے معانی اور مفہوم کو واضح کرنا ہے۔ بالفاظ دیگر تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت ادا اور الفاظ کے معنی، ان کے انفرادی و ترکیبی حالات اور ان کے تتمات کا بیان ہو۔[۳۴]

بقول امام ماتریدی ''تفسیر اس یقین کا نام ہے کہ لفظ سے یہی مراد ہے اور اس قدر یقین ہو کہ خدا کو شاہد ٹھہرا کر کہا جائے۔ خدا نے یہی معنی مراد لئے ہیں۔'' امام ابو نصر قشیری کے نزدیک ''تفسیر موقوف ہے۔ سماع اور اتباع (نبی کریم ﷺ) پر کتاب اللہ کا جو تفسیر سنت رسول اللہ اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے ذریعہ متعین ہوگا وہ تفسیر ہوگا۔'' زرکشی نے کہا ہے کہ'' تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب سمجھی جاتی ہے جسے اس نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔'' ۳۵

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ تفسیر اصطلاح میں نزول آیات، ان کے شان نزول اور ان کے اسباب نزول کے علم کو کہا جاتا ہے اور اس بات کے جاننے کو بھی تفسیر کے نام سے موسوم کرتے ہیں کہ آیات قرآن کے مکی اور مدنی، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مطلق و مقید، حلال و حرام، وعد و عید، امر و نہی اور عبرت وامثال ہونے کی ترتیب معلوم ہو۔ ۳۶

حدیث کا سیاق و سباق اور اہمیت

خبر، بات، نئی چیز۔ اصطلاح میں اس خبر کو حدیث کہتے ہیں جس میں نبی کریمؐ کا قول، فعل یا تقریر بیان ہو۔ بعض اوقات کسی صحابی کے اقوال و افعال کو بھی حدیث کہہ لیا جاتا ہے۔ نبی کریمؐ نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا تاکہ آپؐ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام میں فرق ہوسکے۔ حدیث کے لئے خبر، اثر اور سنت اور حدیث میں معمولی فرق ہے۔ سنت کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔ ۳۷

نبی کریمؐ کو خود حدیث کی حفاظت و روایت منظور و مطلوب تھی۔ جب آپؐ گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور خوب وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے تاکہ سننے والے کو پورا پورا فائدہ حاصل ہو۔ ضروری باتوں کو آپؐ تین تین بار دہراتے تاکہ حاضرین مجلس اچھی طرح یاد کرلیں۔ آپؐ نے حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشاد فرمایا:

> جو موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک پہنچادیں۔ تم مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنیں گے، پھر ان سے اور لوگ سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق و تازگی

بخشے جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی یہاں تک کہ وہ بات اس شخص تک پہنچادی جس نے نہیں سنا۔۳۸

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آپؐ نے حدیث کی صحت کو قائم رکھنے کے لئے فرمایا کہ:

جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔۳۹

حدیث کے بغیر قرآن کی درست توضیح نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ

''اگر کوئی شخص قرآن میں فقط اپنی رائے سے کا م لے کر ٹھیک نتیجے پر پہنچ بھی جائے تو وہ غلطی پر ہوگا۔''۴۰

فہم قرآن کے لئے حدیث کی ضرورت ہے۔ ہم اس زبان کے محتاج ہیں جس میں قرآن نازل ہوا۔ اسی طرح قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کے محتاج ہیں۔ مثلاً قرآن ''اقامت الصلوٰۃ" کا حکم دے کر خاموش ہوجاتا ہے اور یہ بات قرآن نہیں بتاتا بلکہ سنت بتاتی ہے کہ صلوۃ سے کیا مراد ہے اور اس کی اقامت کا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:''صلو کما رایتمونی' ' (نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)۔

لوگوں نے جب تک آپؐ کو یہ عمل کرتے ہوئے دیکھ نہ لیا اس وقت تک اقامت صلوۃ کا مطلب سمجھ میں نہ آسکا۔ سنت ہی نے مساجد کی تعمیر، پنج وقتہ اذان و نماز باجماعت کا طریقہ، نماز کے اوقات، نماز کی ہیت، اس کی رکعتیں اور جمعہ عیدین کی مخصوص نمازیں اور ان کی عملی صورت اور بہت سی تفاصیل بتائی ہیں۔ حدیث رسول قرآنی احکام کی عملی تفصیل اور قولی تفسیر ہے۔ اگر سنت رسولؐ سامنے نہ ہو تو کوئی ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اسی طرح دوسرے احکام کا معاملہ ہے۔۴۱

فقہ کے معنی و مفہوم

لغوی اعتبار سے لفظ ''فقہ" کے معنی فہم وادراک کے ہیں اور اصطلاح شرع میں، فقہ مخصوص فہم سے حاصل کردہ اس علم کو کہتے ہیں جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ سے ماخوذ ہو۔

علامہ زمخشری نے فقہ اور فقیہہ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔ فقہ کے معنی شق اور فتح کے ہیں اور فقیہہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام میں چھان بین کرکے حقائق معلوم کرکے اور مشکل مقامات کو کھول دے۔ ۴۲

علامہ ابن اثیر نے بھی فقہ کی تعریف تقریباً اسی انداز سے کی ہے۔ یعنی کسی شے کو چیرنا اور کھولنا۔ ۴۳

عمومی طور پر اعمال شریعہ کے مسائل کے علم کو ''علم فقہ'' کہتے ہیں۔ الفقہ علم بالمسائل الشرعیۃ فقہا، علم فقہ کی تعریف یوں بیان کی جاتی ہے۔ فقہ ان فروعی احکام شرعیہ کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہو۔ ۴۴

ملا علی قاری نے شرح *فقہ اکبر* میں اور مولانا اشرف علی تھانوی نے ''کشاف اصلاحات الفنون'' میں امام ابو حنیفہؒ کی نسبت سے فقہ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔ ''**ھو معرفة النفس مالھا و ما علیھا** یعنی کل علوم دینیہ کی معرفت۔ شافعی مسلک میں علم الفقہ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے ''فقہ شریعت کے ان عملی احکام کا علم ہے جو تفصیلی دلائل سے ثابت ہوں۔'' ۴۵

فقہ اسلامی کے لئے چار ماخذ بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ۔

۲۔ سنت رسول اللہؐ

۳۔ اجماع

۴۔ قیاس ۴۶

بعض فقہا قیاس کو ماخذ فقہ اسلامی تسلیم نہیں کرتے۔ اسی طرح مذاہب اربعہ میں قیاس کی صورتیں، شرط اور اصول الگ لگ ہیں۔ ۴۷

بعض اہل علم فقہ کے لئے دس اصول بیان کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید

۲۔ سنت رسول اللہ

۳۔ خلفائے راشدین کا تعامل

۴۔ اجماع

۵۔ قیاس

۶۔ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے جاری کردہ ایسے احکام جو قرآن و سنت کے خلاف نہ تھے۔

۷۔ ثالثوں کے وہ فیصلے جن سے قرآن وسنت اور اجماع کی نفی نہیں ہوتی۔

۸۔ نبی کریمؐ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، مسلمان خلفاء کی طرف سے اپنے عمال وسفرا کے لئے جاری کردہ ہدایات (بعد کے ادوار کے مسلمان خلفاء کی طرف سے جاری کردہ وہ ہدایات جس میں فقہا کا مشورہ بھی شامل ہو)

۹۔ بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قانون سازی جو کہ قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔

۱۰۔ ایسے عرف، عادات، رسوم و رواج وروایات، جو قرآن و سنت کے احکام کے خلاف نہ ہو۔ ۴۸

فقہ اسلامی کے لئے ماخذ کے سلسلے کے درمیان اختلاف ہیں۔ ظاہر یہ کہ نزدیک ماخذ صرف قرآن و سنت اور اجماع ہیں۔ ۴۹

شافعی مسلک قرآن، سنت، اجماع، قیاس اور استنجاب پانچ ماخذ مانتا ہے۔ اختلاف مذکورہ پانچ میں دو استحان اور عرف کا اضافہ کرتے ہیں۔ ۵۰

حنابلہ مذکورہ بالا تمام ماخذوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ۵۱

مالکیہ بھی مذکورہ بالا تمام ماخذوں کو تسلیم کرتے ہیں۔۵۲

فقہ اسلامی کو نبی کریمؐ کی بعثت سے لے کر موجودہ دَور تک کئی ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور عہد نبوت

دوسرا دور عہد خلفائے راشدینؓ و اکابر صحابہؓ

تیسرا دور عہد صغار صحابہؓ اور تابعینؒ

چوتھا دور عہد خلافت بنوعباس

پانچواں دور تقلید خالص اور انحطاط کا دور

چھٹا دور تقلید محض کا دور

ساتواں دور موجودہ بیداری کا دور ۵۳

حضرت کاکا صاحبؒ کے پاس مختلف علوم و فنون کی صدہا کتابیں اور قرآن کریم کے صدہانسخے آئے۔ مگر آپ نے ان میں سے چند کتابیں اور ایک قرآن کریم اپنے لئے مخصوص کرلیا تھا۔ یہ کتابیں بعد میں آپ کے حسبِ وصیت حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب دانش مند کو مل گئیں۔ باقی جتنی کتابیں بھی آپ کو پہنچتی رہیں، وہ یا تو آپ اہل علم کو بطور تحفہ دیا کرتے تھے۔ یا فی سبیل اللہ وقف فرماتے۔ ان کتابوں کے علاوہ آپ نے کثیر تعداد میں خود بھی کتابیں خرید کر اہل علم میں تقسیم کیں۔۵۴

جب بھی کسی مسئلہ کی تحقیق کی حاجت پیش آتی تو آپ متعلقہ کتابیں منگواتے اور مسئلہ نکال لیتے تھے۔ *مجمع البرکات* کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ گویا آپ کی ایک کرامت تھی کہ جس مسئلہ کی تحقیق منظور ہوتی تو کتاب کے کھولتے ہی وہ مسئلہ نکل آتا۔ اور تلاش کی ضرورت نہ پڑتی۔

و ایں نیز محض برائے تسلی عالماں کردہ والّا، ہمہ علوم ایشاں رایا د بوودند ۵۵

ترجمہ: یہ بھی محض علماء کی تسلّی کے لئے کردیتے ورنہ آپ کو تو سارے مسائل یاد تھے۔

آپ کا معمول تھا کہ جب بھی علمی مسئلہ پر بحث ہوتی تو آپ علماء کرام کے سامنے پوری تحقیق کے ساتھ مسئلہ کے تمام پہلو روشن کردیتے اور پھر اس کے بعد کتاب منگوا کر حوالے دکھاتے اور ان کا اطمینان کراتے تھے۔ اگر اس طرح وہ مطمئن ہوجاتے تو ٹھیک، ورنہ پھر دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ تحقیق کے ساتھ واضح طور سے تقریر فرماتے یہاں تک کہ علماء کرام کی پوری تسلی ہوجاتی۔ ۵۶

آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے بیٹھنے والوں اور شرکت کرنے والوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے تھے اور اِس طرح اہل مجلس آپ کی صحبت اور نظر سے عالم و فاضل بن جاتے تھے۔۵۷

ایک دفعہ ایک بہت بڑے عالم کو فلسفہ کے ایک مسئلہ میں علمی اشکال پیش ہوا۔ اور شرح حکمۃ العین کی ایک عبارت نہایت مغلق اور پیچیدہ تھی جس کا مطلب حل نہ ہوسکتا تھا۔ وہ شخص کتاب ساتھ لاکر حاضرِ خدمت ہوا اور آپ سے استفسار کیا۔ آپ نے نہایت عمدگی سے اس مسئلے کو حل کیا اور مطلب واضح کرکے اس کی تسلی کرادی۔ ۵۸

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال۵۹

آپ کی علمی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا کہ تذکرہ نویسوں کا کہنا ہے کہ اگرچہ شیخ رحمکارؒ (حضرت کاکا صاحب) اور حضرت مجدد الفِ ثانیؒ ایک ہی دور کی انتہائی واجب الاحترام شخصیتیں تھیں، وہ دونوں ایک دوسرے کی بڑی عزت کرتے تھے تاہم ان میں باہمی ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ ایک مرتبہ حضرت مجددؒ نے اپنے اکتالیس مریدوں کے ایک وفد کو ایک خط دے کر حضرت کاکاصاحب کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت کاکا صاحب نے خط کا جواب وفد کے ہاتھ بھجوایا۔ ۶۰

مجمع البرکات میں ہے کہ:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ۴۱ مریدوں کا ایک وفد اپنے ایک خط کے ساتھ آپ کے پاس روانہ کیا تھا۔ جب یہ وفد آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ اس وفد کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آئے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب کو نہایت عقیدت و احترام سے پڑھا۔ یہ وفد چند روز آپ کی خانقاہ میں ٹھہرا رہا۔ جب اس وفد نے واپسی کے لئے اصرار کیا تو آپ نے اپنے مرید خاص شیخ جمال الدین کو خلوت میں بلوایا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے گرامی نامے کا جواب لکھوا کر وفد کے حوالے کیا۔۶۱

راقم الحروف کے مطابق یہ بات تحقیق طلب ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کس مسئلے کے سلسلے میں شیخ رحمکارؒ کو خط لکھا تھا اور اس خط کی غرض و غایت کیا تھی۔

اخون زُفر کوہستانی ایک مشہور عالم و فاضل تھے۔ اپنے ایک عربی مکتوب میں اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں علاقہ یوسف زئی کے ایک گاؤں غلاماں(ضلع

صوابی) میں تحصیل علم کے لئے ایک جید عالم کے ہاں سکونت پذیر تھا۔ ان دنوں اپنے استادِ محترم سے شرح عقائد جلالی کا حاشیہ اخون یوسف پڑھا کرتا تھا۔ میرے استاد کا تعلقِ اِستفادہٗ باطنی شیخ المشائخ شیخ رحمکار قدس اللہ العزیز کے ساتھ تھا۔ اور بارہا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرتے تھے۔ حاشیہ اخون سورۃ یوسف پڑھتے وقت ایک مقام ایسا آیا جو بہت مشکل اور پیچیدہ تھا۔ وہ فاضلِ اجل استاد بھی اس کو حل نہ کرسکے اور مجھے سمجھا نہ سکے۔ پندرہ روز تک سبق اس غرض کے لئے ناغہ ہوتا رہا کہ سوچ کر اس مقام کو حل کیا جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ مسئلہ لاینحل ہی رہا۔ ۶۲

ان ایّام میں استاد حسبِ معمول اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار ہوا۔ اس دفعہ میں بھی ساتھ چلا گیا۔ اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ وہاں پہنچ کر مناسب موقع کی تلاش میں رہوں گا۔ اور کتاب کے اِس مقام کے متعلق استفسار کرکے تسلی حاصل کروں گا اگر وہ واقعی ولی کامل اور خدا رسیدہ بندہ ہے تو وہ ضرور یہ مسئلہ حل کرسکے گا۔ دل میں یہی خیال لے کر میں حاضرِ دربار ہوا۔ پنجشنبہ(جمعرات) کا دن تھا۔ میں جب داخل مجلس ہوا تو حضرت شیخ اس وقت حسبِ معمول پنجشنبہ اپنے خاص مریدوں کو تصوف و سلوک کے متعلق وعظ ارشاد فرمارہے تھے۔ اثنائے وعظ ہی میں میرے اور میرے استاد کا اکرام و اعزاز کرکے ہمیں نوازا۔ سلسلہ وعظ و نصیحت جاری تھا۔ آپ زبانِ فیض سے پوری فصاحت وبلاغت کے ساتھ سلوک کے مسائل بیان فرمارہے تھے۔ ۶۳

باتوں باتوں میں آپ نے علمِ کلام اور علمِ معقول کے مسائل شروع کئے اور پھر کلامی مسائل کو نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ طائرانہ طور پر بیان فرماتے گئے یہاں تک کہ ان مسائل کے متعلق آپ نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ حاشیۂ اخون یوسف کا وہ لاینحل مسئلہ اس سے خودبخود بڑی آسانی کے ساتھ حل ہوا۔ آپ کی توضیح سے میرے دل کا عقدہ وَا ہوا اور کتنے دنوں کا وہ مغلق اِشکال یک دم کافور ہوا۔ پھر آپ نے مجھ فقیر کی طرف نظر اٹھاکر دیکھا۔ تبسّم فرمایا۔ جس کے بعد آپ کی عقیدت میرے دل پر نقش ہوگئی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال ۶۴

اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصد انسان کو خلافت ارضی کا اہل بنانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے تعلیم ایسی ہونی چاہئے جو افراد کو علم و بصیرت کی دولت عطا کرے یعنی انھیں زندگی کے ابدی و روحانی حقائق اور سائنسی اور معاشرتی علوم کے بنیادی حقائق کو سمجھنے کے قابل بنائے۔ اور افراد کو عمل پر آمادہ کرے۔ روحانی حقائق کو سمجھ کر وہ عبادت کی لذت سے روشناس ہوسکتے ہیں۔ سائنسی حقائق کا علم انھیں فنی اور تکنیکی مہارتوں پر قدرت عطا کرسکتا ہے اور معاشرتی حقائق کو سمجھ کروہ قوم کی خدمت پر آمادہ ہوسکتے ہیں۔ تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ وہ افراد کو رضائے الٰہی کا اس حد تک دلدادہ بنادے کہ وہ اس کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ ۶۵

عام طور پر خیال کیاجاتا ہے کہ اسلام سائنس کی تعلیم کے خلاف ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ اسلام تو خود مشاہدات و تجربات کے ذریعے تسخیر کائنات کا سبق دیتا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے وہ انسان کے لئے مسخر کردیا گیا ہے۔ اب یہ اس کا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھائے۔ تسخیر کائنات کے لئے مظاہرِ قدرت کا مشاہدہ کرنا اور فطرت کے قوانین کا علم ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں باربار تحقیق و تفتیش پر زور دیا گیاہے اور انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ مظاہر قدرت مثلاً چاند، ستارے، موسموں کے تغیر و تبدل زمین وآسمان کی پیدائش پر غور کریں۔ چنانچہ مسلمانوں کی روایات یہ ہیں کہ علم و حکمت دنیا کے جس گوشے میں ملے اسے ہر قیمت پر حاصل کیا جائے۔ ۶۶

حضرت شیخ المشائخ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کس قدر اعلیٰ و ارفع علمی اور روحانی مقام پر فائز کیا تھا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ کامل درویشی علم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس موقع پر حضرت شیخ دانشمند کا یہ قول یاد رکھنے کا قابل ہے کہ :

''فقراء ہمہ وقت اقتدا بہ علماکنند''، یعنی فقراء ہمہ وقت علمی مسائل میں علماء کی پیروی

کرتے ہیں۔ ''(اور)''عزیزمن! عالمے رابایدکہ درویش باشد، و درویش رابایدکہ عالم بود''
یعنی اے میرے عزیز! عالم کو فقیر ہوناچاہیئے اور درویش کو چاہیئے کہ وہ عالم ہو۔۶۷

بدقسمتی سے آج خود ان کی اپنی اولاد و احفاد کی نظروں سے اگر ان کے جد اعلیٰ کا وہ مقامِ بلند پوشیدہ و مخفی ہوچکا ہے تو دوسری جانب ان کے دورِ موجودہ کے مریدوں اور معتقدین کی نظروں سے بھی آپ کا وہ علمی رتبہ اوجھل ہوتا جارہا ہے اور وہ یہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ ان کے مرشدِ طریقت کی علوم دینیہ کی رسائی کی کیا شان تھی اور کیا مقام تھا؟۶۸

حضرت رحمکار کاکا صاحبؒ کی نگرانی اور سرپرستی میں سات مدرسے چل رہے تھے۔ ان میں سے تین مدرسوں میں تو قرآن کریم کی تدریس و تعلیم ہواکرتی تھی۔ اور چار مدرسوں میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ ان مدارس و مکاتب سے متعلقہ کتب خانوں میں ایک روایت کے مطابق بارہ (۱۲) ہزار، ایک دوسری روایت کے مطابق اکیس (۲۱) ہزار کتابیں موجود تھیں۔ جب کسی مسئلے میں تحقیق کی ضرورت پیش آتی، تو آپ مسئلے سے متعلق کتابیں منگوالیتے اور مسئلہ زیر بحث نکال لیتے۔ اس بارے *مجموعہ البرکات* کے مصنف کا کہنا ہے کہ یہ گویا آپ کی کرامت تھی کہ جس مسئلے کی تحقیق مدنظر ہوتی، کتاب کھولتے ہی وہی مسئلہ کا حل نکل آتا اور تلاش کی ضرورت نہ ہوتی۔ ۶۹

مدرسہ

وہ ادارہ جہاں مذہبی یا دینوی علوم کی تعلیم دی جائے۔ مدرسہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ (1)بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے ان کو مکتب بھی کہاجاتاہے۔ (2)دینی تعلیم کے لئے جو عموماً مسجد سے منسلک ہوتے ہیں۔ ان میں قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ قرات اور حدیث، فقہ اورتفسیر وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ (3)دارلعلوم یا یونیورسٹیاں جن میں ہر مضمون کے ماہر صرف اپنے مضمون پر ماہرانہ تعلیم دیتے ہیں۔ یعنی یہاں تخصص کی تعلیم دی جاتی ہے۔ (4)رباط اور خانقاہیں جن میں صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم دیتے ہیں۔ ۷۰

حضرت کاکا صاحبؒ نے ''میلہ'' جیسے چھوٹے سے گاؤں میں، عوام کی تعلیم و آگہی کیلئے سات مدرسے قائم کئے تھے۔ ان سات مدرسوں میں سے تین مدرسے صرف قرآن

حکیم کی تعلیمات کو فروغ دینے کیلئے تھے، باقی چار مدرسے دیگر علوم متداولہ کیلئے تھے۔ روایت ہے کہ ان مدرسوں کے علاوہ ایک کتب خانہ یا لائبریری بھی تھی جس میں بارہ یا اکیس ہزار کتابیں محفوظ تھیں۔ ۷۱

صوفیاء اور اہل نظر کا عقیدہ ہے کہ ہر جمعہ کی رات ارواح اکھٹی ہوتی ہیں تو اگر کسی کی اولاد یا چاہنے والے نے اس کے لئے مغفرت کی دعا کی ہوگی، کوئی تلاوت اس کے نام سے کی ہوگی، کوئی نیکی کا کام یا رفاع عامہ کا کام اس کے نام سے منسوب کیا تو یہ اسے تحفے یا امر کے طور پر ملتا ہے۔ ان ارواح کے ہجوم میں سب سے شرمندہ اور پژمردہ وہ روح ہوتی ہے جس کی اولاد یا پیار کرنے والے اس کو ایسا تحفہ نہیں بھیجتے۔ ۷۲

اختتامیہ

اس تمام گفتگو کا مقصد کاکا صاحبؒ کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا تھا اور تصوف بلع شریعت میں ان کا مقام کا تعین تھا۔ جن حضرات کے اندر کی نگاہ روشن ہو یعنی علم و قابلیت میں ایک مقام ہو وہ اپنے ہم نشینوں اور مہمانوں کی غرض و غایت کو بغیر سوال جواب کے ان کی آمد کا مقصد سمجھتا اور نہایت عمدہ طریقے سے ان کی مشکل حل کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں جیسے اخوان یوسف کا ذکر اس مقالہ میں کیا گیا ہے۔

اس مقالہ سے جہاں کاکا صاحب کے ساتھ مدرسوں اور کتب خانہ سے تعارف ہوا وہاں ان کی اس طرف توجہ رکھنا کہ قرآن اور سنت پر مسلمان کو کاربند رہنا چاہیے اور اس دائرہ سے باہر نکلنے سے انسان اپنے دین کو نقصان پہنچا سکتا ہے وہ مستند کتب کا مطالعہ کرتے اور انہیں پر عمل کرتے۔ ان کی زندگی ہمیں یہی درس دیتی ہے کہ قرآن اور سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کا سفر طے کریں۔

حوالہ جات

۱- سید بہادر شاہ ظفر کاکا خیل، شیخ رحمکارؒ کاکا صاحب، اکوڑہ خٹک، مکتبہ فاروقیہ، دارالعلوم حقانیہ، ۲۰۰۷ء، ص ص ۱۲۹-۱۳۰۔

۲- اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سرحد، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، مئی ۱۹۶۶ء، ص۲۸۴۔

۳- اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سرحد، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، مئی۱۹۶۶ء، ص۲۸۵۔

۴- علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، رسول ﷺ خدا کی نماز، اسلام آباد، افکار اسلامی، ۲۰۰۹ء، ص۱۴۔

۵- حضرت حلیم گل باباؒ فرزند حضرت کاکاصاحبؒ، مقامات قطبیہ و مقالات قدسیہ، نوشہرہ، دارالعلوم فیض القرآن، پیر سباق، سرحد (خیبر پختونخواہ)، سال ۱۹۹۵، ص ۱۰۱۔

۶- ایضاً، ص۱۰۱۔

۷- ایضاً، ص ص۱۰۱-۱۰۲۔

۸- سیف الرحمٰن سید کاکا خیل، شیخ کاکا قطب عرف کاکا صاحب، پشاور، دارالکتب پرنٹنگ ایجنسی، ۲۰۱۰ء، ص ۹۵۔

۹- ایضاً۔

۱۰- سید سیاح الدین کاکا خیل، تذکرۂ شیخ رحمکارؒ، فیصل آباد، ادارہ اشاعت الاسلام جامع مسجد، ۱۹۶۴ء، ص ۱۳۴۔

۱۱- پروفیسرڈاکٹر غلام حیدر سندھی، حیاتِ قلندر شہبازؒ، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، ۲۰۰۶ء، ص ۵۱۔

۱۲- پروفیسر ڈاکٹر غلام حیدر سندھی، سندھی صوفی شعراء حیات اور شاعری، اسلام آباد، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، ۲۰۱۳ء، ص ۱۹۔

۱۳- سیدقاسم محمود، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، جلد دوم، سن ندارد، ص ص۱۰۳۵-۱۰۳۶۔

۱۴- سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل، شیخ رحمکارؒ کاکا صاحب، اکوڑہ خٹک، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳۴۔

۱۵- ایضاً، ص ص ۱۳۴-۱۳۵۔

۱۶- ایضاً، ص۱۳۵۔

۱۷- ایضاً، ص۱۳۵۔

۱۸- سیدقاسم محمود، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص۱۲۷۰۔

۱۹- ایضاً، ص ۱۲۷۰۔

۲۰- ایضاً، ص ۱۲۷۰۔

۲۱- ایضاً، ص ۱۳۵۸۔

۲۲- پروفیسر ڈاکٹر غلام حیدر سندھی، *حیات قلندر شہبازؒ*، ص ۶۱۔

۲۳- ایضاً ص ۲۷۔

۲۴- ایضاً ص ۲۷۔

۲۵- سید سیاح الدین کاکا خیل، *تذکرۂ شیخ رحمکارؒ*، ص ص ۱۳۴-۱۳۵۔

۲۶- سید قاسم محمود، *اسلامی انسائیکلو پیڈیا*، ص ۷۰۴۔

۲۷- اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سرحد، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، مئی ۱۹۶۶ء، ص ۲۸۷۔

۲۸- ایضاً۔

۲۹- سیف الرحمٰن سید کاکا خیل، *شیخ کاکا قطب عرف کاکا صاحب*، پشاور، دارالکتب پرنٹنگ ایجنسی، ۲۰۱۰ء، ص ۹۹۔

۳۰- ایضاً، ص ص ۹۹-۱۰۰۔

۳۱- ایضاً ص ۱۰۰۔

۳۲- ایضاً۔

۳۳- سید بہادر شاہ ظفر کاکاخیل (تمغہ امتیاز)، شیخ رحمکارؒ کاکا صاحب، مکتبہ فاروقیہ، اکوڑہ خٹک، دارالعلوم حقانیہ، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳۷-۱۳۸۔

۳۴- سید قاسم محمود، *اسلامی انسائیکلو پیڈیا*، ص ۵۶۲۔

۳۵- ایضاً، ص ۵۶۲۔

۳۶- ایضاً، ص ۵۶۲۔

۳۷- ایضاً، ص ۸۳۵۔

۳۸- ایضاً۔

۳۹- ایضاً۔

۴۰- ایضاً۔

۴۱- ایضاً۔

۴۲- ایضاً، ص ۱۲۶۷۔

۴۳- ایضاً۔

۴۴- ایضاً۔

۴۵- ایضاً، ص ص ۱۲۶۷-۱۲۶۸۔
۴۶- ایضاً، ص ۱۲۶۸۔
۴۷- ایضاً، ص۱۲۶۸۔
۴۸- ایضاً۔
۴۹- ایضاً۔
۵۰- ایضاً۔
۵۱- ایضاً۔
۵۲- ایضاً۔
۵۳- ایضاً۔
۵۴- سید بہادر شاہ ظفر کاکا خیل، *شیخ رحمکارؒ کاکا صاحب*، اکوڑہ خٹک، مکتبہ فاروقیہ، دارالعلوم حقانیہ، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳۰۔
۵۵- سید سیاح الدین کاکاخیل، *تذکرہ شیخ رحمکارؒ*، لائل پور (فیصل آباد)،ادارہ اشاعت الاسلام، جامع مسجد، ۱۹۶۴ء، ص ۱۲۹۔
۵۶- ایضاً، ص ص ۱۲۹-۱۳۰۔
۵۷- سیف الرحمٰن سید کاکا خیل، شیخ کاکا قطب عرف کاکا صاحب، پشاور، دارلکتب پرنٹنگ ایجنسی، سن۲۰۱۰ء، ص ۱۰۱۔
۵۸- سید سیاح الدین کاکاخیل، تذکرہ شیخ رحمکارؒ، لائل پور (فیصل آباد)، ادارہ اشاعت الاسلام، جامع مسجد،۱۹۶۴ء، ص ۱۳۷۔
۵۹- سیف الرحمٰن سید کاکا خیل، *شیخ کاکا قطب عرف کاکا صاحب*، پشاور، دارلکتب پرنٹنگ ایجنسی، سن۲۰۱۰ء، ص ۱۰۱۔
۶۰- محمد شفیع صابر، *شخصیاتِ سرحد*، پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار، سن ندارد، ص ۳۲۔
۶۱- اعجاز الحق قدوسی، *تذکرہ صوفیائے سرحد*، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۶ء، ص ۲۹۶۔
۶۲- سید سیاح الدین کاکاخیل، *تذکرہ شیخ رحمکارؒ*، لائل پور(فیصل آباد)، ادارہ اشاعت الاسلام، ۱۹۶۴ء، ص ۱۳۸۔
۶۳- ایضاً، ص ۱۳۸۔
۶۴- ایضاً،ص ص۱۳۸-۱۳۹۔
۶۵- سیدقاسم محمود، *اسلامی انسائیکلو پیڈیا*، ص ۵۵۸۔
۶۶- سیدقاسم محمود، *اسلامی انسائیکلو پیڈیا*، ص ۵۵۹۔

٦٧- سید بہادر شاہ ظفر کاکا خیل، *شیخ رحمکارؒ کاکا صاحب*، ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۰۔

٦٨- سیف الرحمٰن سید کاکا خیل، *شیخ کاکا قطبؒ*، ص ۱۰۳۔

٦٩- سید بہادر شاہ ظفر کاکا خیل، *شیخ رحمکارؒ کاکا صاحب*، ص۱۳۱۔

۷۰- سیدقاسم محمود، *اسلامی انسائیکلو پیڈیا*، ص۱۴٦۴۔

۷۱- سیف الرحمٰن سید کاکا خیل، *شیخ کاکا قطبؒ*،، ص۹٦۔

۷۲- اوریا مقبول جان، سول سوسائٹی کی جنت ہوجانا، ماہانامہ *تحزینہ روحانیات*، لاہور، جلد نمبر ۱٦، شمارہ نمبر ۴، ادارہ دارالعمل، چشتیہ ۵۸٦ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور اگست ۲۰۱۵ء۔